رجسٹرڈ انجکشہ نمبر

شرح چندہ
سالانہ ...... ے
ششماہی ۳ہ
سہ ماہی ...... عہ

قیمت پرانا پرچہ (۴)

فرخندہ بنیاد حیدرآباد دکن

ہفتہ وار

مملکت

ایڈیٹر
میر حسن الدین بی اے، ال ال بی (عثمانیہ)

رجسٹرڈ آصفیہ نمبر [illegible]

شرح چندہ
سالانہ ...... ے
ششماہی ۳ہ
سہ ماہی ...... عہ

قیمت پرچہ (۲)

جلد ۴ | ۱۶ آذر ۱۳۵۴ ف | ۳ ذیقعدہ ۱۳۶۳ھ | ۲۱ اکتوبر ۱۹۴۴ء شنبہ | نمبر ۲

ہندوستان سے متعلق امریکہ کا فرض

"ایک دنیا" کے مصنف نے کیا کہا تھا

ذیل میں وِنڈل وِلکی کی کتاب "ایک دنیا" سے وہ اقتباسات درج کئے جاتے ہیں جن میں اقوام عالم کو سیاسی اور معاشی آزادی عطا کرنے کی اپیل کی گئی ہے۔

"افریقہ سے کراچی تک [illegible] نے مجھ سے [illegible] ایک ہی سوال کیا ہے جو سامنے [illegible] سوال ہے۔ ہندوستان کے متعلق کیا ہوگا؟ [illegible] میں ہندوستان نہیں گیا۔ میں اس پیچیدہ سوال پر بحث کرنا نہیں چاہتا لیکن مشرق میں اس سوال کا ایک پہلو ہے جس پر مجھ کو رپورٹ کرنی چاہئے۔ قاہرہ سے [illegible] تک [illegible] ہر جگہ [illegible] دوچار ہونا پڑا۔ [illegible] کے دانشمند آدمی نے مجھ سے کہا کہ جب ہندوستان کی آزادی کو کسی آئندہ تاریخ تک ملتوی کر دیا گیا ہے تو اس سے ہمارے لوگوں کی نظروں میں جس ملک کا وقار گر گیا وہ برطانیہ عظمیٰ نہیں بلکہ امریکہ ہے۔

اس دانشمند آدمی کا مطلب یہ تھا کہ [illegible] وہ ہندوستان پر برطانیہ کی سامراجیت کے خلاف نہیں [illegible] تھا بلکہ وہ [illegible] نہیں رکھتا۔ وہ کہنا یہ چاہتا تھا کہ ہندوستان سے متعلق ہماری خاموشی مشرق کی [illegible] عقیدگی پر کافی [illegible] ڈال چکی ہے۔ مشرق کے لوگ [illegible] چاہتے ہیں [illegible]۔ ہندوستان سے متعلق ہماری روش سے وہ [illegible] جنگ کے ختم [illegible] مشرق کے [illegible] ہمارے احساسات کیا ہوں گے۔ ہماری [illegible] سے وہ [illegible] آزادی

کے حامی ہیں یا نہیں یا آزادی سے ہماری کیا مراد ہے؟

ایک حقیقی عالمی نقطۂ نظر یہی سامراجیت کے منافی ہے خواہ حکمراں قوم کتنی ہی بلند نظر کیوں نہ ہو۔ یہی سامراجیت اس سامراجیت کے بھی منافی ہے جو کسی قوم کے اندر پائی جاتی ہے۔

آزادی ایک ناقابل تقسیم لفظ ہے۔ اگر ہم اس سے لطف اندوز ہونا چاہتے ہیں اور اس کے لئے جہاد کرنے کو تیار ہیں تو ہمیں ہر شخص کو آزادی کی وسعت دینے کے لئے تیار ہو جانا چاہئے خواہ وہ غریب ہو یا امیر، خواہ وہ ہم سے اختلاف کرے یا اتفاق، خواہ وہ کسی رنگ و نسل کا ہو۔

ہم توقع نہیں رکھ سکتے کہ برطانیہ ہندوستان کی آزادی کے لئے ایک نظام العمل مرتب کرے گا [illegible] خود ان تمام لوگوں کو آزادی دینے کا تصفیہ [illegible] نہیں کیا۔

جنگ کے بعد امریکہ کو ان تین راستوں میں سے کوئی ایک راستہ اختیار کرنا پڑے گا۔ تنگ نظر قومیت جس کے معنے [illegible] آزادی بھی بالآخر کھو بیٹھیں۔ بین الاقوامی سامراجیت جس کے معنے یہ ہیں کہ دوسری قومیں اپنی آزادی قربان کر دیں۔ یا ایک ایسی دنیا کی تشکیل جس میں ہر نسل اور ہر قوم کو ترقی کے مساوی مواقع حاصل ہوں۔

مجھے یقین ہے کہ امریکہ کے باشندے ایک غالب اکثریت کے ساتھ آخرالذکر راستہ اختیار کریں گے۔ راہ

عمل کے اس انتخاب کو موثر بنانے کے لئے [illegible] صرف جنگ جیتنی ہی نہیں چاہئے بلکہ امن بھی اور ابھی سے امن جیتنے کی کوشش شروع کر دینی چاہئے۔

امن جیتنے کے لئے تین چیزیں ضروری معلوم ہوتی ہیں۔ اولاً ہمیں امن کو [illegible] عالمی بنیاد پر مرتب کرنا چاہئے۔ ثانیاً یہ کہ افراد اور اقوام کے لئے دنیا میں سیاسی اور معاشی آزادی رہے تاکہ امن قائم رہ سکے۔ تیسری بات یہ کہ آزادی دلانے اور امن قائم رکھنے میں امریکہ کو موثر اور تعمیری حصہ لینا چاہئے۔

یہ چیزیں ہمارے قائدین کے محض اعلانات سے میسر نہیں ہو سکتیں جیسا کہ منشور اوقیانوس میں کہا گیا ہے۔ اس منشور کی کامیابی [illegible] اس امر پر منحصر ہے کہ اقوام عالم اس کو قبول کریں۔ گذشتہ جنگ کے بعد بین الاقوامی سمجھوتہ کی ناکامی نے اگر ہمیں کوئی سبق سکھایا ہے تو وہ یہی ہے۔ دوران جنگ میں [illegible] جنگ اگرچہ عام اصولوں اور نصب العینوں پر متفق نظر آتے ہیں لیکن جب وہ امن کانفرنس کی میز پر آتے ہیں تو اپنے سابق اعلانات [illegible] تعبیر کرتے ہیں۔ تاوقتیکہ آج جبکہ جنگ ابھی جاری ہے امریکہ، برطانیہ، روس، چین، تمام اقوام متحدہ کے باشندے اپنے [illegible] بنیادی [illegible] پر متفق نہ ہو جائیں تو [illegible] امن کے [illegible] وہ [illegible] اوقیانوس کے الفاظ [illegible]۔ ان لوگوں کے اعلانات سے جو فی الوقت برسر اقتدار ہیں یہ آزادیاں حاصل نہ ہوں گی۔ یہ آزادیاں اسی وقت صورت پذیر ہوں گی جبکہ اقوام عالم ان کو عملی جامہ پہنائیں۔

اس وقت ہماری مغربی دنیا اور ہماری طرز جمہوریت کی آزمائش ہے۔ ہماری [illegible] اور ہماری بلند [illegible] ایشیا کو [illegible] کر سکتی ہے [illegible] چین اور مشرق وسطیٰ میں [illegible] ان کو اپنی [illegible] قوت [illegible] ہو گیا ہے۔ وہ جاننے لگے ہیں کہ دنیا کے مستقبل کے متعلق بہت سے فیصلے ان کے اختیار میں ہیں۔ اور ان کا ارادہ ہے کہ ان فیصلوں سے ہر قوم کے افراد کو بیرونی تسلط سے آزادی حاصل ہو جائے [illegible] اور [illegible] کی آزادی نصیب ہو۔

مملکت ہفتہ وار

جلد ۴	۱۶ آذر ۱۳۵۷ف	نمبر ۲۸

تاخیر کیوں؟

سال رواں کے موازنہ پر بحث کرتے ہوئے ۲۰ آذر کی اشاعت میں ہم نے کہا تھا کہ:-

"موازنہ میں آغا زکار تنگبھدرا کے لئے کوئی رقم شریک نہیں ہے اس کا کیا مفہوم لیا جائے؟ کیا معاہدہ پر مینوز عمل نہ ہوگا؟ اچھا ہوتا کہ ابتدائی کام شروع کر دیا جاتا۔ شاید چیف انجنیر آبپاشی کے تقرر کا انتظار ہے۔"

آج اس موضوع پر دوبارہ لب کشائی کی ہم ضرورت محسوس کرتے ہیں۔

بین الاقوامی قانون کا یہ ایک مسلمہ اصول ہے کہ حقوق آب سے عدم استفادہ ان حقوق کو زائل کرنے کے لئے ایک معقول وجہ قرار دیا جا سکتا ہے۔ حکومت سرکار عالی تقریباً نصف صدی سے آب تنگبھدرا میں اپنے حقوق کو منوانے کی کوشش کر رہی ہے۔ اس کے برخلاف مدراس اور میسور صرف بحث کرنے پر اکتفا نہیں کر رہے ہیں بلکہ اس پانی سے استفادہ کئے جا رہے ہیں۔ محکمہ اطلاعات جاریہ اہل ملک کو یہ خوش خبری سنائی تھی کہ مسٹر راما سوامی مدیر حکومت مدراس اور نواب علی نواز جنگ بہادر مشیر حکومت سرکار عالی کے مابین ایک قابل عمل تصفیہ ہو چکا ہے۔ جس سے قبل بھی استفادہ کیا تھا اور آج بھی اس کو دہرا رہے ہیں مگر کیا یہ تصفیہ معاہدہ کی صورت اختیار کر چکا؟ اگر ایسا نہیں ہوا ہے تو ارباب متعلقہ پر تساہل کا الزام عائد ہوگا۔

اخبارات میں اس خبر کی دوبارہ اشاعت ہوئی ہے کہ مدراس اور میسور کے مابین جو سمجھوتہ چند ماہ قبل ہوا تھا اور جس کو حیدرآباد میں تشویش کی نظر سے دیکھا گیا تھا آج معاہدہ کی صورت اختیار کر چکا ہے۔ ہم حکومت سرکار عالی سے دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ کیا اس معاہدہ کے خلاف ہماری حکومت نے اپنا احتجاج حکومت ہند کے پاس روانہ کر دیا ہے؟ اگر ایسا نہیں ہوا ہے تو ہمیں اندیشہ ہے کہ حیدرآباد کے حقوق آب صرف کاغذی ہوں گے اور استفادہ کوئی اور کرے گا۔

یہ مسئلہ حیدرآباد کے لئے غیر معمولی اہمیت رکھتا ہے۔ اس لئے نواب معین الدولہ [?] بہادر کی خدمت میں ہماری یہ گزارش ہے کہ جب تک وہ خود شخصی طور پر اس معاملہ میں دلچسپی نہ لیں اور فوری توجہ مبذول نہ فرمائیں یہ مسئلہ تشفی بخش طریقہ پر حل نہ ہوگا۔ کاغذی معاہدات موقتی طمانیت کا باعث ہو سکتے ہیں۔ اگر ان معاہدات سے پیدا ہونے والے حقوق کا استعمال نہ کیا جائے تو نہ یہ حقوق جتلائے جا سکیں گے اور نہ ان کو تسلیم کیا جائے گا۔

ہمیں بڑی توقع تھی کہ جلد سے جلد ایک چیف انجنیر کا تقرر ہو جائے گا اور سال رواں کے موازنہ میں تنگبھدرا کام شروع ہونے کے لئے گنجائش رکھی جائے گی لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ محکمہ تعمیرات اس مسئلہ کو وہ اہمیت نہیں دیتا جو اسے عائد ہوتی ہے۔ ہم معزز باب حکومت بالخصوص نواب زین یار جنگ بہادر سے متوقع ہیں کہ وہ اس مسئلہ کو غفلت کا شکار نہ ہونے دیں گے۔ نواب علی نواز جنگ بہادر کی قیادت اور رہنمائی میں اس وسیع کام کو انجام دینے کے لئے ملک میں ایک سے زیادہ ماہرین فن موجود ہیں مثلاً مولوی سید عارف الدین صاحب، مولوی خواجہ عظیم الدین صاحب وغیرہ۔ آغاز کار میں تاخیر جانے کے لئے قطعاً ناقابل فہم ہے۔

ایچ، سی، ایس

محکمہ فینانس کی ایک عرضداشت کو شرف قبولیت بخشتے ہوئے حضرت بندگان اقدس نے ایک فرمان مبارک کے ذریعہ اس خیال کی تردید فرمائی ہے کہ سیولین عہدہ داروں کو غیر سیولین عہدہ داروں پر کوئی ترجیحی حقوق حاصل ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ ہر عہدہ دار خواہ وہ سیولین ہو یا غیر سیولین ملازم سرکار ہے۔ ملازمین کے درمیان فرق اور امتیاز پیدا کرنا اور ایک گروہ کو دوسرے گروہوں پر ترجیح دینا ملازمین سرکار کی ایک کثیر جماعت کو بددل کرنے کا باعث ہوگا۔ فرمان مبارک کے ذریعہ اس غلط رجحان کی جو اصلاح فرمائی گئی ہے وہ امید یقین ہے کہ نظم و نسق پر نہایت مفید اثرات مرتب کرے گی۔ سیولین عہدہ داروں کے مقابلہ میں غیر سیولین عہدہ داروں کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ سیولین عہدہ داروں کو امتیازی حیثیت دینے سے سرکاری ملازمین میں گروہ بندی شروع ہو گئی تھی اور ایسی گروہ بندی ظاہر ہے کہ نظم و نسق کے لئے مفید نہیں ہو سکتی۔ جب سیولین عہدہ داروں کو دوسرے عہدہ داروں پر ترجیح دی جانے لگی تو انھوں نے اپنے گروہ کو منظم کر کے اپنی ایک علحدہ انجمن قائم کر لی جس میں کسی غیر کو داخل ہونے نہیں دیا جاتا۔ حالانکہ ضرورت اس کی تھی کہ تمام عہدہ داروں کی صرف ایک انجمن تشکیل دی جائے تاکہ بلا کسی امتیاز کے ان کے مابین میل جول قائم ہو اور ایک دوسرے کے خیالات اور تجربہ سے فائدہ اٹھائیں اور اس طرح عہدہ داروں میں ایک ہم آہنگی پیدا ہو جائے۔ یہاں ضمناً ہم اس امر کا تذکرہ ضروری سمجھتے ہیں کہ سیولین عہدہ داروں میں اپنے دیگر ابنائے جنس کے مقابلہ میں ایک ایسا احساس برتری پیدا ہو گیا ہے کہ ہر سیولین ایک فوق البشر ہستی سمجھا جانے لگا۔ یہ احساس برتری اس قدر بڑھ گیا تھا کہ خود انجمن سیول سروس کے صدر نے گذشتہ سال کے سالانہ جلسہ میں کہنا پڑا کہ:۔

"اس سلسلہ میں ایک اور شکایت کا ذکر کروں جو کبھی کبھی سنی جاتی ہے۔ وہ یہ ہے کہ سیولین عہدہ دار جو غیر سیولین اعلیٰ عہدہ داروں کے ماتحت ہیں بعض اوقات ان کے معلومات اور تجربہ کی مناسب قدر نہیں کرتے۔ اس قسم کے رجحان سے زیادہ طبقہ سیولین کو بدنام کرنے والی کوئی اور چیز نہیں ہو سکتی۔ اگر ایسے غیر سیولین عہدہ دار کی ماتحتی میں جو اپنے معلومات اور تجربہ سے سیولینوں کو بہترین تعلیم دے سکتے ہوں کوئی سیولین ایسا طرز عمل اختیار کرے وہ طرز عمل کسی طرح ایک جرم سے کم نہ ہوگا۔"

جب بالادست غیر سیولین عہدہ داروں کے ساتھ یہ طرز عمل ہے تو اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ عوام کے ساتھ سیولین عہدہ داروں کی کیا روش ہوگی۔ یہ زمانہ عوام سے راست ربط قائم رکھنے کا ہے۔ اس کے لئے عہدہ داروں کو اپنے بلند مقام سے نیچے اترنا پڑے گا۔ اگر عہدہ داروں نے وقت کے اس تقاضے کو ملحوظ نہیں رکھا تو نظم و نسق پر اس کا کیا اثر پڑے گا محتاج بیان نہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ کسی عہدہ دار کا سیولین بن جانا اس امر کے مترادف نہیں کہ وہ عہدہ دار لازماً ایک بلند معیار کار کردگی اور اعلیٰ قابلیت کا حامل ہو گیا۔ اس میں شک نہیں کہ بعض سیولین عہدہ دار بہت اچھے ثابت ہوئے ہیں لیکن غیر سیولین گروہ میں بھی ایسی مثالیں اس سے بہتر مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں۔ پس اگر سیولین ہونے کو معیار ترقی قرار دیا جائے تو یہ ایک فاش غلطی ہوگی۔

یہ موجب استنان ہے کہ حضرت بندگان اقدس نے اس تحریک کو تعطیل فرمادیا ہے۔ اب غیر مسلم عہدہ داروں کو مطمئن ہو جانا چاہئے کہ وہ محض اس بناء پر ترقی کے جائز مواقع سے محروم نہیں کئے جائیں گے کہ وہ پنچا۔ سی ۔ ایس ۔ انہیں کہلاتے۔

مقامی ہندو لیڈروں کے لئے لمحہ فکر

"امور عالم کو ہندوستانی مجلس" کی شاخ بمبئی میں "ہندوستانی ریاستوں کے سیاسی حقوق" پر مسٹر سی۔ پی۔ راما سوامی آئر دیوان ٹراونکور نے ایک طویل تقریر کی جس کے چند اقتباسات ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔

(۱) آپ نے اپنی تقریر میں کہا کہ بعض ہندوستانی ریاستیں ایسی ہیں جو روایات اور ترقی میں برطانوی ہند سے آگے ہیں آپ نے میسور، ٹراونکور، اور کوچین جیسی ریاستوں کا ذکر کیا جو تعلیم، صحت عامہ، ذرائع حمل و نقل، صنعت و حرفت اور انتظامی احکام میں ترقی کر رہی ہیں اور جہاں رفتار عالم سے واقفیت کی عام سطح کافی بلند ہے۔ حیدرآباد نے تجارت عامہ اور طبی امداد خصوصاً بنکاری میں بہت ترقی کی ہے۔ میسور نے صنعت و حرفت میں بہت کچھ تخلیقی کام شروع کیا ہے۔ ٹراونکور سرعت کے ساتھ اپنی صنعتی اور زرعی پالیسی کو وسعت دے رہا ہے اور سماجی اصلاح کا پروگرام مرتب کر رہا ہے۔

(۲) مسٹر راما سوامی نے ایک غیر ریاستی ہندو لیڈر کے بیان کی طرف اشارہ کیا۔ یہ مسٹر جو یونیورسٹی کے پروفیسر ہیں انہوں نے اپنے ایک بیان میں والیان ریاست کی حکمرانی کے بعض پہلوؤں پر تنقید کرتے ہوئے کہا ہے کہ بعض ہندوستانی ریاستیں کافی بہتر یا برطانوی حکمرانی سے بہتر طریقہ پر نظم و نسق چلا رہی ہیں۔ اگر اس ادعا کو پوری طرح قبول نہ بھی کیا جائے تو اس واقعہ سے کسی طرح انکار نہیں کیا جا سکتا کہ ہندوستان میں اکثر خاندان صدیوں سے دیسی حکمرانی اور نظم و نسق کی روایات کے حامل ہیں۔ کیا یہ ایک ایسا سرمایہ ہے جس کو نظر انداز کیا جا سکتا ہے اور ضائع کیا جا سکتا ہے۔

(۳) آپ نے یہ بھی کہا کہ جبکہ تمام سیاسی نظام منشار میں ہیں اور جمہوریت کے بنیادی اصول خود انگلستان، امریکہ، اور روس میں بے

حالک میں بہت اعتراض بنے ہوئے ہیں ایک ایسے نظام کو منسوخ کرنا غیر دانشمندانہ فعل ہوگا جو حیثیت مجموعی کارآمد رہا ہے۔ بہتر طریقہ یہ ہوگا کہ اس نظام کو حالات حاضرہ کی ضروریات سے مربوط کیا جائے۔

(۴) آپ نے اس خیال سے اختلاف کیا کہ حاکم کو ملک کے آگے ذمہ دار قرار دیا جائے۔ آپ نے یہ کہتے ہوئے کہ ہندوستان کے موجودہ حالات میں ایسے نظام کی اہمیت اور افادیت مشکوک ہے جہاں کیونکہ رائے عامہ سے کامل ربط و اتحاد ایک شرط مقدم کے طور پر حاصل کرنا ضروری ہے۔ امریکی نمونہ یا اسی نوعیت کا کوئی اور نظام قابل ترجیح ہے۔

(۵) مسٹر سی۔ پی نے برطانوی ہند کے قائدین کے اس عمل سے اختلاف کیا کہ وہ ایک طرف تو ایسی ریاستوں کے وجود کو برداشت نہیں کر سکتے جو صدیوں سے موجود ہیں اور دوسری طرف نئی مملکتیں تشکیل دینا چاہتے ہیں۔ اس خیال کی تردید کرتے ہوئے کہ تمام ریاستیں پیرامونٹسی کی تخلیق ہیں آپ نے بتلایا کہ اکثر ریاستیں برطانیہ کی آمد سے پہلے موجود تھیں اور کسی طرح برطانوی نظم و نسق کی آفریدہ نہیں ہیں۔

مراسلات

محکمہ فینانس سے چند استفسارات

بخدمت جناب ایڈیٹر صاحب "حکمت"

آپ نے اپنے مورخہ ... کے اداریہ میں معاونہ پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ "حکومت سرکار عالی کا مالیہ مستحکم بنیادوں پر قائم ہے"۔ اور آخر کی اشاعت میں آپ نے تحریر کیا ہے کہ "معدن ہائے زغال کی خریدی جس خاموشی اور کفایت سے عمل میں آئی وہ بھی مولوی غلام محمد صاحب کا ایک قابل تحسین کارنامہ ہے"۔

امر اول الذکر کے متعلق میرے چند شکوک ہیں جنہیں آپ کے توسط سے میں حکومت کے علم میں لانا چاہتا ہوں تاکہ اگر حکومت مناسب سمجھے تو انہیں رفع کرے۔ ممکن ہے کہ میں شکوک دیگر احباب کے قلوب میں بھی موجزن ہوں۔

(۱) پہلی بات یہ ہے کہ اکثر ریاستوں کی آمدنی مثلاً میسور، بڑودہ، اور ٹراونکور دگنی ہوگئی ہے۔ اس بنا پر حیدرآباد کی آمدنی (۱۰) کروڑ سے متجاوز ہونی چاہئے تھی۔ کیا ایسا تو نہیں ہو رہا ہے کہ آمدنی کے اندازوں کو گھٹا کر پیش کیا جا رہا ہے؟ میں یہ نہیں کہتا کہ عمداً ایسا کیا جا رہا ہے۔ ممکن ہے کہ ترتیب موازنہ میں اسی اصول کو صحیح سمجھا جا رہا ہو۔

(۲) دوسری بات یہ ہے کہ کیا قوم سازی کے محکموں کے لئے زیادہ گنجائش فراہم نہیں کی جا سکتی تھی؟ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ خرچ کے تخمینہ جات کے لئے موازنہ میں ... کی گئی ہے۔

(۳) تیسری بات یہ ہے کہ کیا حیدرآباد کا مالیہ اور اس کے وسائل اس امر کی اجازت دیتے ہیں کہ ترقیاتی جات جنگ میں ہم کچھ گروڑ کی خطیر رقم لگا سکیں۔

موخر الذکر مسئلہ میں ایسے معدن ہائے زغال کے حقوق استفادہ کیا یہ ممکن تھا کہ نسبتاً کم رقم ادا کر کے یہ حقوق حاصل کئے جاتے؟ کیا یہ صحیح ہے کہ ... کمپنی نے بھی ان حقوق کو حاصل کرنے کی کوشش کی تھی اور اس مسابقت میں حیدرآباد کو زیادہ معاوضہ دینا پڑا؟

یہ ہیں میرے چند شکوک۔ ممنون ہوں گا اگر آپ اس مراسلہ کو شائع کر کے مجھے رفع شکوک کا موقع دیں گے۔

(ایک متعلم مالیات)

برطانیہ کی روزمرہ زندگی
عکسی تصاویر کی نمائش

حیدرآباد ۳۰ر اکتوبر۔ برطانیہ میں آج کل جس طرح زندگی بسر کی جا رہی ہے اس کے عکسی فوٹو کی ایک نمائش برٹش کونسل نے اسکاوٹس اسوسی ایشن سکندرآباد میں ترتیب دی ہے۔ یہ نمائش عوام کے لئے ۳۰ر اکتوبر سے روزانہ شام کے پانچ بجے سے آٹھ بجے تک کھلی رہے گی۔ اس نمائش کا اصل مقصد یہ ہے کہ جو لوگ آج تک مملکت متحدہ برطانیہ نہیں گئے ہیں ان کو وہاں کے طبعی، ثقافتی پس منظر سے روشناس کرایا جائے جس میں برطانوی قوم کی اکثریت اپنی زندگی بسر کرتی ہے۔ تعلیم حاصل کرتی، ذریعہ معاش پیدا کرتی، اپنے مشاغل و دیگر دلچسپیوں میں اپنی سیر، عبادت ... اور اپنا گزر کر رہی ہے۔ اس کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ جو حضرات برطانیہ جا چکے ہیں انہیں وہاں کے بھولے ہوئے مناظر دیکھنے اور ان کی یاد تازہ کرنے کا موقع مل جائے اور ... کے قیام کے دوران میں ان کی دلچسپی کا باعث بن گئے تھے جو ان کے لئے جاذب نظر ہوئے۔ ان فوٹوؤں کو پانچ عنوانوں میں تقسیم کر دیا گیا ہے

ترکی کی آئندہ روش

از

لیونارڈ کرپچن

گزشتہ چند ایام میں حالات نے کچھ ایسی صورت اختیار کر لی ہے کہ ان کا ساتھ دینا تقریباً ناممکن ہے۔ میں اب تک آپ کو ان واقعات کے ساتھ ساتھ لے چلا۔ لیکن اب کی مرتبہ ایسی تبدیلیاں ہو رہی ہیں کہ شاید یہ ناممکن ہے۔ مستقبل کی نسبت ایسی تبدیلیوں کے موقعے پر کوئی قطعی بات کہنا اس لئے ناممکن معلوم ہوتا ہے کہ میرے اس تجزیہ کو آپ تک پہنچنے کے دوران میں نہیں معلوم کیا تبدیلیاں ہو جائیں۔ لیکن ایک بات جو قطعی طور پر کہی جا سکتی ہے وہ ان واقعات کی نسبت ہے جو گزشتہ چند ایام میں یہاں رونما ہوئے ہیں۔ ان واقعات کا تجزیہ مستقبل کی جھلکیاں پیش کر سکے گا۔ صرف اسی پر نہیں بلکہ آنے والی کیفیتوں اور تبدیلیوں کی اطلاع بھی کچھ دلچسپ ثابت ہوگی۔ بین الاقوامی صورت حال میں جو تبدیلیاں دن بدن ہوتی جا رہی ہیں اس کا اندازہ کچھ اسی سے ہو سکتا ہے کہ آج شاید ہی کوئی عام صورت حال کا ٹھیک ٹھیک نقشہ پیش کر سکے۔

موسم گرما پر سکون رہا۔ ہم کچھ اس اطمینان کے ساتھ کہ آئندہ شاید ہی کوئی اہم تشکیل بات ہو بغیر کسی ہیجان کے زندگی بسر کر رہے تھے۔ وقائع نگار اور مدیر اسی توقع میں تھے کہ گرمیاں یوں ہی گزر جائیں گی۔ اور چونکہ بلقانی ممالک کے انقلاب کا ابھی آغاز ہی ہوا تھا۔ اس لئے وہ موسم خزاں کے اواخر یا ابتدائے سرما کے آغاز تک کسی خاص تبدیلی کی توقع اس آرام سے تک بھی گریز کر رہے تھے لیکن کچھ وہ سب کا یہی خیال تھا کہ روسی پیش قدمی یہ رومانیہ پہنچ جائے گی۔ جو حملوں کا نتیجہ ہے۔ ہم بلغاریہ کے ساحل پر حملہ کی توقع کی۔ ہمارا یہی خیال تھا کہ بحیرہ اسود کے ساحلی مقامات رومانیہ اور بلغاریہ پر روسی حملہ ہوگا۔ مختصر یہ کہ جو کچھ بھی ہوا ہم نے اس کا پہلے ہی اندازہ کیا تھا۔

اگست کے آغاز پر یاد ہوگا کہ میں نے بتایا تھا کہ کچھ شورش سا پیدا ہو گیا تھا جو یہ وقائع نگاروں نے یہ سمجھ لیا تھا کہ جرمنی سے سیاسی اور اقتصادی تعلقات کے انقطاع کے ساتھ ہی انہیں بہت سی خبریں ہاتھ آئیں گی حالانکہ جو ہوتا ہے کہ ہمارے تمام مسائل کا مرکز یہی تھا۔ اور اب ہم انتظار کی گھڑیاں گزار رہے تھے۔ ہم اس توقع میں بیٹھے ہوئے تھے کہ اس کے بعد کچھ نہ کچھ چیزیں یکے بعد دیگرے خود بخود ہوتی جائیں گی۔ ترکی میں ہر طرف قتل و غارت اور بیرونی ممالک کے جو لوگ ایک جگہ سے دوسری جگہ رہتے ہیں (ترکی سرحد ہی میں) انہیں ترکی پولیس کو چوبیس دن قبل از قبل نوٹس دینا پڑتا ہے۔

اس سے قبل میں آپ کو اطلاع دے چکا ہوں کہ میں دو مرتبہ ہوائی حملوں کی تنبیہ بھی سنی پڑی۔ اس کے بعد کیا واقعات رونما ہوئے ان کی بھی تفصیل دے چکا ہوں۔

اس کے بعد ہم پھر سے اطمینان کی زندگی بسر کرنے لگے اس دوران میں جہاں تک ترکی کا تعلق ہے کوئی خاص بات بھی نہیں ہوئی لیکن حالات میں تبدیلی کوئی زیادہ فاصلہ پر نہیں ہوئی۔ بلغاریہ اور رومانیہ میں جو کچھ ہوا اس سے ترکی متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکی۔ ایسے اہم حالات نظر انداز نہیں کئے جا سکتے۔ جہاں تک ہم انقرہ میں رہنے والے محسوس کر سکتے ہیں ایسا ہی معلوم ہوتا ہے کہ گویا ترکی کی جان پر بن گئی۔

رومانیہ میں اچانک سیاسی تبدیلی اور بجائے غلطی روس اور ممالک متحدہ امریکہ کے آگے ہتھیار ڈال دینے کی کارروائی انقرہ میں یقیناً استعجاب کے ساتھ سنی گئی۔ حتیٰ کہ اتحادی حلقوں کو بھی یہ تعجب ہوا۔ یہاں سمجھا جاتا ہے کہ رومانیہ نے یہ اقدام خود اپنی جانب سے کیا۔ یہ قصہ امر تھا اس لئے کہ گزشتہ اپریل میں ماسکو کی کابینہ نے صلح کی شرائط نہرادی تھیں۔ رومانیہ کی حکومت کے متعلق جنرل کا شتین سانا تسکو ہیں۔ یہ خیال کیا کہ عظیم حلیف اس کو وہی شرائط صلح دیں گے اگر اب بھی وہ محوری کیمپ سے نکل کر جرمنوں کے خلاف نبرد آزما ہونے کے لئے تیار ہو جائے۔ آئیں جو معلومات آئی اس سے ہم بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ اتحادیین اور رومانیہ کے نمائندوں کے مابین راضی نامہ پر دستخط ہوئے ہوں گے۔ وہ کن شرائط پر مبنی تھا۔

بلقانی ممالک میں محوری دول سے علیحدگی کا ہیجان پہلے بلغاریہ میں پیدا ہوا۔ ایک عرصہ کے لئے تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا بلغاریہ ہی پہلا ملک ہوگا جو محوری دول سے علیحدگی اختیار کرے گا۔ چند دنوں تک ہمارا روزمرہ کا پروگرام تھا کہ ہم بلغاریہ کے متعلق صلح کی پیش قیاسیوں میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کریں۔ درحقیقت اس سلسلہ کا کچھ ایسا پروپگنڈہ کیا گیا تھا کہ جب صحیح خبریں پہنچیں تو اس کو یقین کرنے میں خود بھی کوئی شبہ ہوا تھا۔

بلغاریہ نے اپنا ریکارڈ خراب کر لیا۔ بہت دن خراب کرنے کے بعد اس نے پہلی کی صحیح بات کہ یہ کہ شبہ ہوتا تھا کہ وہ امریکہ اور برطانیہ روس کے خلاف کچھ کام لینا چاہتا ہے۔ یہ قطعاً ناممکن تھا۔ اسی طرح اس کا بھی امکان معلوم ہوتا تھا کہ وہ روس سے امریکہ اور برطانیہ کے خلاف کچھ کام لے سکے۔ ان تمام کا نتیجہ ہر طرح صفر ہی ہوتا لیکن اتحادی سیاست نے اس کھیل کو ختم کر دیا اور اس کا نتیجہ یہی ہو سکتا تھا کہ بلغاریہ صرف اسی صورت کامیاب ہو سکتا ہے جب کہ وہ اپنے تمام مقبوضہ ممالک واپس کر دے جو اسے حال حال میں محوری دول کی شرکت کی قیمت پر ملے تھے۔ رومانیہ نے مثال پیش کی اس سے بلغاریہ کو نصیحت ہوئی۔

اب ہم دیکھتے ہیں کہ تمام ترکی تیار ہیں جنگ کے لئے نبرد آزما ہونے کے لئے لیکن کہاں یہ کسی کو نہیں معلوم ان کے لڑنے کے لئے فی الوقت تو کوئی میدان نہیں ہے۔ جرمنی اور ترکی کے سیاسی و اقتصادی تعلقات کا انقطاع کچھ قبل ہی ہوتا تو اچھا ہوتا اس میں تھوڑی سی تاخیر ہوئی اگر یہ کارروائی چند ماہ قبل کی جاتی تو اس سے ان دونوں ممالک میں لڑائی چھڑ جانے کے آثار ہوتے اور ممکن ہے کہ اس زمانہ میں ایک اور ملک پر حملہ کرنے کے لئے جنگ کے مورچوں پر … ہوتا۔ لیکن ترکی نے کوئی اقدام نہیں کیا۔

اگست کے آغاز پر بھی تعلقات کے انقطاع کے ساتھ ہی ہم یہ معلوم کرنے کے لئے انتہائی بے چین تھے کہ ترکی کی آئندہ روش کیا ہوگی اور منطقی دلائل سے حل کرنے کی کوشش میں مصروف تھے کہ آخر آئندہ قدم کس طرف اٹھائے گا۔ لیکن اس وقت ترکیا آج بھی جب کہ ستمبر گزر چکا ہے کوئی شخص اس قابل نہیں ہے کہ یہ بتلا سکے کہ آئندہ کیا ہونے والا ہے۔ مدبرین اور سیاسی حلقے بھی خاموشی سے انتظار کرنے کے قائل ہیں۔

بہرحال میرا خیال یہ ہے کہ اتحادی اقوام کے ساتھ تو ترکی کی … انقلاب کے باعث ترکی کو پوری فرصت حاصل ہونا ممکن ہے اس لئے کہ اس کو اتحادی اقوام کے ساتھ … ہونے بہت کم وقت ہوتا ہے ممکن ہے کہ صلح کانفرنس میں اسے ایک ثالث کی حیثیت سے جگہ دی جائے اس حیثیت کی تبدیلی کا امکان صرف اسی قدر ہے کہ اگر اس دوران میں بحیرۂ روم اور بحیرۂ اسود میں کچھ ایسی کارروائیاں انجام پائیں … کہ درہ دانیال کی بڑی اہمیت ہے۔ اور جن کی فوجی اہمیت کے ظاہر ہونے کے باعث ہمیں معلومات حاصل ہو سکتی ہوں تو ایسی صورت میں غالباً یہ حیثیت بڑی حد تک بدل جائے اور ترکی اتحادی اقوام کا ایک اہم رکن بن جائے۔

انوکھی منطق

گاندھی جناح ملاقات پر اسٹار آف انڈیا کا تبصرہ

گاندھی جناح گفتگو کی ناکامی کی اشاعت کے بعد قوم پرست قائدین اور قوم پرست جرائد بشمول گاندھی کو تمام ذمہ داریوں سے بری کر کے گفتگو کی ناکامی کی ذمہ داری مسٹر جناح پر عائد کرنے اور ان پر ملامت بنانے کا کام شروع کر چکے ہیں۔

ایک خیال جو عام طور پر پھیلایا جا رہا ہے اور جس کو نمایاں کر کے شائع کیا جا رہا ہے یہ ہے کہ مسٹر جناح قرارداد لاہور سے آگے بڑھ گئے تھے۔ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ مسٹر گاندھی کے اس استدلال کی تائید کی جاتی ہے کہ راجہ جی کے فارمولے نے قرارداد لاہور کو ٹھوس صورت عطا کی۔ قوم پرست حلقے یہ ثابت کرنے کے لئے آگے بڑھے ہیں کہ مسٹر جناح قرارداد کی اس ٹھوس صورت سے مطمئن نہیں ہیں کیونکہ وہ قرارداد لاہور کو پیچھے چھوڑ کر آگے نکل گئے ہیں۔

ایسے جو شیلے افراد کی توجہ ہم کانگریس کی پیش کش کی طرف مبذول کرانا چاہتے ہیں اور یہ بتانا چاہتے ہیں کہ مسلم لیگ نے اس پیش کش کو کیوں مسترد کر دیا۔ کانگریس کی پیش کش میں ایسی صوبہ واری وحدتوں کی تجویز تھی جو علیحدگی کا حق استعمال کر سکتی ہیں بشرطیکہ (استصواب عام کے ذریعہ) پوری آبادی کی رائے اس کی تائید کرے۔ مسلم لیگ نے اس کو اس بنا پر مسترد کر دیا تھا کہ اس سے مسلمانوں کا مطالبہ پورا نہیں ہوتا کیونکہ حق خود ارادیت کا مطالبہ کرنے والے صرف مسلمان تھے۔ اس کے علاوہ ہندوؤں کی مخالفت کوئی پوشیدہ چیز نہیں تھی اس لئے استصواب عام میں ان کی شرکت یقینی تھی کہ اس کا مقصد مسلمانوں کی رائے کے آزادانہ اظہار کو بے عمل کر ڈالنا ہے۔ جب ہم اس کا موازنہ اس فارمولے سے کرتے ہیں جو گاندھی جی نے پیش کیا ہے تو ہم کو راجہ جی کی پیش کش سے بھی کم پاتے ہیں۔ مسٹر گاندھی کا منشاء جو کچھ ہے کہ مسلم علاقوں کے رائے کو نتائج جانتے ہوئے مسلم رائے دہی کو بھی قرار دیا جائے۔ کانگریس نے پہلے ہی کانگریس کی پیش کش مسترد کرنے کے بعد ظاہر ہے کہ مسٹر گاندھی کے فارمولا کو مسلم لیگ مسترد کرے تو وہ سرد الزام نہیں ٹھہرائی جا سکتی۔

ہمیں اپنے ایک معاصر کی انوکھی منطق پر ہنسی آتی ہے جس کے ذریعہ وہ ثابت کرنا چاہتا ہے کہ مسٹر جناح نے قرارداد لاہور سے آگے بڑھ کر اپنے مطالبہ کو بہت وسیع کر دیا ہے۔ وہ تحریر کرتا ہے کہ:۔

"مسٹر جناح کو قرارداد لاہور سے آگے جانا لیگ کی پالیسی کے عین مطابق ہے اور وہ ہمیشہ اپنے مطالبات کو شدید کرکے بڑھاتے چلے جاتے ہیں۔ کانگریس نے ہندوستان کی آزادی کی خاطر ہے جب کبھی لیگ کے مطالبات کو تسلیم کیا لیگ ایک ایک قدم آگے بڑھتی گئی اور آج ہم دیکھتے ہیں کہ وہ قرارداد لاہور کو پیچھے چھوڑ کر آگے نکل گئی ہے۔"

اس خیال کی تائید میں مسلم لیگ کی تاریخ سے حسب ذیل واقعات پیش کئے گئے ہیں۔ بیان کیا گیا ہے کہ ۱۹۰۶ء میں لیگ کا مطالبہ صرف جداگانہ انتخابات تھا۔ ۱۹۱۶ء میں پاکٹ کو سامنے پیش کیا گیا۔ ۱۹۲۸ء میں مطالبہ یہ تھا کہ مسلمانوں کو مرکزی مقننہ میں ۳۳ فی صد نشستیں دی جائیں۔ ۱۹۳۰ء میں لیگ کو مسلمانوں کی واحد نمائندہ جماعت تسلیم کرنے کا مطالبہ کیا گیا۔ ۱۹۳۸ء میں مرکزی حکومت میں مسلمانوں کے لئے پچاس فی صد کا مطالبہ تھا۔ ۱۹۴۰ء میں آزاد مسلم مملکتوں کا مطالبہ کیا گیا۔ ۱۹۴۴ء میں ایک قدم اور آگے اٹھایا گیا۔

کانگریس نے ہندوستان کی آزادی کی خاطر مذکورہ بالا مسلم مطالبات قبول کرنے جیسا کہ ہمارا معاصر بتلاتا ہے ہمارے معاصر کے ذہن تخیل کی پیداوار ہے۔ اس الزام کا جواب دینے سے پہلے ہم یہ دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ کیا کانگریس اس مسلک کے ساتھ وجود میں آئی جو قرارداد اگست میں پیش کیا گیا ہے (ہندوستان چھوڑ دو)؟ کیا اس کا آغاز ایک ایسی درخواست پیش کرنے والی جماعت کی طرح نہیں ہوا جس کا سب سے بڑا مطالبہ یہ تھا کہ نظم و نسق میں چند مزید عہدے ہندوستانیوں کو دئے جائیں؟ پوری تاریخ پر تبصرہ کئے بغیر ہم صرف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ کانگریس کے ابتدائی مسلک اور قرارداد اگست میں ایک بڑی خلیج ہے۔ مسلم مطالبات کی رفتار کا سراغ لگانے کے لئے یہ دیکھنا چاہئے کہ اس مدت کے دوران میں ہندو مسلم تعلقات کی تاریخ کیا رہی ہے۔ مسلمانوں کے مطالبات میں جو ارتقا ہوا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ مسلمان اس خطرہ سے آگاہ ہو گئے جس سے وہ دوچار تھے اور انہیں معلوم ہو گیا کہ ہندو اکثریت کے ذریعہ وہ سب کچھ حاصل کرنا چاہتے ہیں جو انہوں نے گذشتہ صدیوں میں کھو دیا تھا۔ اس لئے مسلمانوں میں اپنی مفادات و مصالحت کا شعور شدید تر ہو گیا۔ ہر قدم پر ان کے چند ہم وطنوں نے ان کی مخالفت کی اور انہیں مایوس کیا۔ پس مسلم مطالبات کے ارتقاء کی وجہ یہ نہیں ہے کہ کانگریس نے حب الوطنی کے جذبے کے تحت ان کے مطالبات قبول کر لئے بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ کانگریس میں اس قسم کی جو نیت تھا۔ اس کے خلاف کہنا سفید جھوٹ ہے۔

روس استعماری منصوبے

لندن ۱۵ اکتوبر۔ جنگ کے بعد سوویٹ روس تیل کے برآمد کنندہ کی حیثیت سے عالمی منڈیوں میں داخل ہونے کا متمنی ہے یہ بیان لندن کے اخبار "ایوننگ اسٹینڈرڈ" کے نامہ نگار خصوصی کا ہے۔

نامہ نگار نے ماسکو کے اس اعلان کا حوالہ دیا کہ روسی حکومت نے شمالی ایران میں تیل کی مراعات کی خواہش کی ہے اور پھر سوویٹ محکمہ خارجہ کی اہم ہستی "ایم بسموف" نامی کے اس بیان کا حوالہ دیا جو انہوں نے ایک ایرانی اخبار کو دیا تھا کہ سوویٹ حکومت سمجھتی ہے کہ شمالی ایران میں ایرانی کارکنوں کے ہاتھوں درجہ اول کی سوویٹ صنعت کے ساتھ تیل کی صنعت کو ترقی دینا "دونوں ممالک کے باہمی سیاسی معاشی اور ثقافتی رشتوں کے استحکام کے لئے نہایت اہم ثابت ہوگا۔"

نامہ نگار تبصرہ کرتے ہوئے کہتا ہے کہ اس بیان سے اس پالیسی میں اہم تبدیلی کا اظہار ہوتا ہے جس پر سوویٹ حکومت روسی انقلاب کے بعد سے مشرق وسطیٰ میں کاربند رہی ہے۔

اس میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ روس میں تیل کی قلت ہے۔ اس کو شمالی ایران میں جو وسائل حاصل ہونے کی توقع ہے اس سے اس کی ضرورت پوری ہو سکتی ہے کہ وہ عالمی منڈیوں میں تیل کے برآمد کنندہ کی حیثیت سے داخل ہونا چاہے۔ اس کو یہ توقع کی جاتی ہے کہ تیل کی فروخت سے اس قوم کی میل ہو گی جو تعمیر نو کے بعد جنگ کے زمانہ میں مشینری اور آلات کی درآمد کی بابت ادا کرنی ہوں گی۔

ایران کو تیل کی مراعات کے لئے دو صرف روس کے مطالبہ سے سابقہ ہے بلکہ امریکہ کے مطالبہ سے بھی جو جنوب مشرقی ایران کے تیل کے وسائل سے دلچسپی رکھتا ہے۔ مبصرین ایرانی سمجھتے ہیں کہ ان کے پاس اپنی ذاتی ایجنسیوں کے آغاز کے لئے سرمایہ کی کمی ہو گی اور اس کی وجہ سے غالباً انہیں ... قبول کرنے پر مجبور ہونا پڑے گا۔"

روس کو مراعات دینے سے ایران کا انکار

ماسکو ۱۵ اکتوبر۔ حکومت ایران نے طے کیا ہے کہ اختتام جنگ تک تیل کی مراعات منظور نہیں کی جائیں گی۔ سوویٹ ... مجلس نے آج تہران سے اطلاع دی ہے کہ مرکزی اخبارات نے حکومت ایران کے اس فیصلے پر ... کا اظہار کیا ہے ... کہ یہ فیصلہ رائے عامہ کے موافق نہیں ہے ... تائید کی ہے ...

سیاسی نمک پارے

از

کشاف

بلا تنقید

کانگریس کے اندر ایک نہیں سینکڑوں ڈکٹیٹر موجود ہیں اور گاندھی جی جنہیں ڈکٹیٹر کہا جاتا ہے، کی ناکامی سے جو مایوسی اور تلخی کی فضا پیدا ہو گئی ہے اس میں ان لوگوں کی یہ کوشش ہے کہ کانگریس کا رخ لیگ کی جانب سے موڑ کر ہندو مہاسبھا کی طرف کر دیں۔
(پی۔ سی۔ جوشی)

باور کیجئے یا نہ کیجئے

(۱) حیدرآباد کے ایک امیر اعظم اور ایک سابق صوبہ دار نے تہیہ کر لیا ہے کہ غیر ملکی عناصر کے مقابلہ کے لئے ایک "ملکی لیگ" قائم کی جائے۔ اور اس لیگ کو کامیاب بنانے کے لئے برادران ہنود کو ذمہ دارانہ حکومت کا دل خوش کن خواب دکھایا جانا چاہیئے جو کبھی شرمندۂ تعبیر نہ ہوگا۔ بہ شمس بہادر یار جنگ زندہ ہوتے!

(۲) ہندوستان کی صنعتی و تجارتی دنیا میں مولوی میر لائق علی صاحب کا اثر و رسوخ اور ان کی ہر دلعزیزی ایک امیر اعظم کی نظروں میں کھٹکنے لگی ہے۔ ایک لائق علی کو نگر کر سو لائق علی پیدا کرنے کی دھن آج کل سوار۔ امیر موصوف کو ایک وظیفہ یاب صوبہ دار کا پورا تعاون حاصل ہے۔

(۳) حیدرآباد میں ایک پرانا مقولہ چلا آرہا ہے کہ کہا جاتے آصف جاہ کا کھاتے انگریزوں کا گاتے۔ اب یہ مقولہ اس طرح بدل گیا ہے "کھاتے ایک امیر کا گاتے دوسرے امیر کا"۔

(۴) مجلس جاگیرداران کے آئندہ انتخابات میں ایک امیر اعظم بھر اپنی عادتی دلچسپی کا مظاہرہ فرما رہے ہیں۔ کاش یہ دلچسپی میری ہوتی! مگر خیر! اگر یہ دلچسپی خلاف توقع کامیاب رہی تو مجلس کی آئندہ کابینہ میں آپ بڑے دلچسپ نام دیکھیں گے جن سے آپ کے کان آشنا نہیں۔ مگر مجلس جاگیرداران ایک جمہوری ادارہ ہے اور جمہوریت میں انسان کو گنا جاتا ہے تولا نہیں جاتا"۔

(۵) نواب تراب یار جنگ بہادر کی رائے ہے کہ ملک و مالک کی خدمت کے لئے باب حکومت کی رکنیت کے مقابلہ میں مجلس جاگیرداران کی صدارت زیادہ مناسب ہے۔

(۶) کمیونسٹ پارٹی کو یہ سن کر خوشی ہوگی کہ مجلس جاگیرداران کی روح رواں آج کل ایک ایسی ہستی ہے جو عملاً اشتراکی نہ سہی تو قولاً اشتراکی ضرور ہے۔ آپ پوچھیں گے نام؟ جواباً عرض ہے کہ وظیفہ یاب صوبہ داروں کی فہرست پر ایک غائر نظر ڈال لیجئے۔

(۷) اول تعلقداری سے تنگ آکر نواب ساطع جنگ بہادر (فرزند نواب شوکت جنگ مرحوم) مدار المہامی ورنہ کم از کم معتمدی قبول کر لیں گے۔

(۸) اگر نواب ظہیر یار جنگ بہادر صدر المہام ہو گئے تو ہم جانتے ہیں کہ آپ سب کی دعا کیا ہوگی۔ ——— یہی نا کہ وہ خود اپنے دماغ اور اپنے ضمیر کی رہنمائی میں کام کریں۔ کیا مولوی غلام احمد خاں صاحب سابق صوبہ دار کو اس میں کوئی عذر ہے؟

(۹) حیدرآباد کے سب سے قابل، بے دوست، فرض شناس، جاہ و دولت سے بے نیاز، آزاد منش اور صاحب الرائے مدیر اخبار "پیام" کے ایڈیٹر ہیں جنہوں نے مولانا محمد علی سے کیا کچھ نہیں سیکھا۔ وغیرہ وغیرہ۔

(۱۰) کانگریس کی سیاست کو گاندھی جی اور ان کے رفقائے کار سے بہتر سمجھنے والا، مسلمانان ہند کی ضروریات کو ان کے بہتر دماغوں کے مقابلہ میں زیادہ صحیح طور پر جانچنے والا۔ ہندوستان کی جنگ آزادی کو جلد کامیاب بنانے والا اور دیگر اقوام عالم سے ہندوستان کے تعلقات کو صحیح اصول پر قائم کرنے والا ہندوستان بھر میں صرف ایک دماغ ہے ——— اور وہ فی الوقت حیدرآباد میں مقیم ہے مگر بدنصیب ہندوستان اور بدنصیب حیدرآباد اس کے "پیام" کو کوئی وقعت نہیں دیتے۔

گو کمیونسٹ پارٹی جمہوریت اور عوامی تنظیم کے نعرے بلند کرتی ہے لیکن اس کی روش اور اس کا عمل صاف طور پر یہ بتاتا ہے کہ آئندہ ہر کانفرنس پر ناداروں کی آمریت قائم کرنا اس کا منتہائے مقصد ہے۔ اور ہم لوگ اس کو کس طرح روا رکھ سکتے ہیں؟
(مسٹر جنگ راؤ)

پریشان ہونے کی کوئی بات نہیں۔ جمہوریت اور عوامی تنظیم سے مراد صرف یہ ہے کہ ناداروں کی آمریت ہے نہ کہ ناداروں کی۔ اور اس کا ثبوت ہمارے ایک معاصر نے یہ فراہم کیا ہے کہ کمیونسٹ پارٹی کی روح رواں "مہاجن" واداکا ایک اشتمالی پوتا ہے جو چند روز پہلے ایک غریب شخص کے خلاف چند گز زمین کے لئے مقدمہ بازی کر چکا ہے"۔

ڈاکٹر محمود اپنے ایک صحافتی بیان میں کہتے ہیں کہ:۔
"صبح اور شام کی چہل قدمی کے علاوہ ارکان مجلس عاملہ کانگریس خاص کر ان میں سے سر حضرات مثلاً سردار پٹیل وغیرہ وقفہ وقفہ سے شطرنج کھیلتے رہتے ہیں"۔

یہ حضرات جیل سے باہر بھی شطرنج کھیلتے ہیں ——— سیاسی شطرنج اور جیسا کہ ماٹ کھاتے ہیں

ریاستی مسلم لیگ میں شرکت کے لئے علامہ رشید ترابی بمبئی جا رہے ہیں۔ (ایک خبر)
یہ تماشہ اب ختم ہو جانا چاہیئے۔

شاعر انقلاب حضرت جوش ملیح آبادی فرماتے ہیں:۔
اے شریک زندگی! اس بات پر روتی ہے تو
کیوں سراپا ذوق ادب ہے مائل جام و سبو؟
شاعر انقلاب کی شریک زندگی کو گو جام و سبو سے نفرت ہو مگر شاعر کے شریک کار بیشتر ترقی پسند ادیبوں کا ایقان ہے کہ جام و سبو کے بغیر انقلاب ممکن نہیں۔

باب حکومت کی مجوزہ تبدیلیوں سے متعلق معاصر "پیام" نے دو اقساط میں ایک اداریہ شائع کیا ہے جس کا عنوان ہے "نظر کے دھوکے"۔
اس اداریہ کو پڑھ کر ہمارے ایک دوست نے کہا کہ اس میں جو خیالات ظاہر کئے گئے ہیں وہ سب "نظر کے دھوکے" ہیں۔

ہندوستان کے مشہور شہر بمبئی اور کلکتہ میں عوام کی سہولت کی خاطر محلوں کے نام کے ساتھ نمبر بھی استعمال ہوتے ہیں مثلاً چوپاٹی نمبر (۱۳) بھنڈی نمبر (۲۶)۔ مگر حیدرآباد اس سہولت سے محروم ہے۔ شاید محلوں کے ساتھ نمبرات کے رواج کو مسائل تنظیم مابعد جنگ میں رکھا گیا ہے۔
(ایک مراسلہ نگار)

اس مسئلہ کا تعلق عامل بلدیہ کے "سکون قلب" سے ہے نہ کہ تنظیم مابعد جنگ سے۔

پاکستان مسلمانوں کی آزادی کا مطالبہ ہے

قائد اعظم سے ملاقات

از

اے، ایس، آر، چاری، نامہ نگار خصوصی ڈیلی ورکر لندن

۸ اکتوبر کو میں نے لندن ڈیلی ورکر کی جانب سے مسٹر جناح صدر آل انڈیا مسلم لیگ سے ملاقات کی۔ گاندھی جناح گفتگو کی ناکامی اور دونوں رہنماؤں کی مطبوعہ مراسلت نے ہمارے بیرونی دوستوں کے سامنے فقط ہمارا نزاعی پہلو رکھ دیا تھا جس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ جب ایمری متکبرانہ انداز میں کہہ کر ہندوستان سے سمجھوتہ کرنے سے انکار کر دیتا کہ خود ہندوستان کے لیڈر آپس میں کوئی فیصلہ نہیں کر سکتے تو ہمارا دوست اپنا سا منہ لے کر رہ جاتے۔ ہندوستان کے اندر بھی غیر مسلم محبان وطن یہ محسوس کرنے لگے تھے کہ جناح صاحب کے مطالبات ناقابل عمل ہیں اور اگر انھوں نے ان میں ترمیم نہ کی تو آئندہ مفاہمت کا کوئی امکان نہیں ہے۔ چنانچہ ان حلقوں میں جناح صاحب کے خلاف تعصبات پھیل رہے تھے۔

ایسے موقع پر مجھے جناح صاحب سے ملنے کا اتفاق ہوا اور کامل دو گھنٹے موصوف سے تبادلہ خیالات کا موقع ملا۔ میں نے سن رکھا تھا کہ جناح صاحب کم گو اور تند مزاج ہیں۔ ملاقات سے مجھے اندازہ ہوا کہ یہ سب غلط ہے۔ جناح صاحب ایک با اخلاق انسان ہیں۔ صبر سے سنتے اور آزادی سے گفتگو کرتے ہیں۔

مطالبہ پاکستان کی تشریح

میں نے ابتدا ہی میں عرض کی کہ غیر مسلم حریت پسندوں کی بڑی مصیبت یہ ہے کہ پاکستان کا مطالبہ ان کے سامنے کچھ اس طرح پیش کیا جاتا ہے گویا مذہبی اختلاف کے علاوہ اور کوئی دلیل اس کی حمایت کے لئے ہے ہی نہیں۔ چنانچہ وہ یہ نہیں سمجھتے کہ پاکستان بھی جمہوریت کی بنا پر آزادی کا مطالبہ ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ بجائے اس کے کہ ان کے جمہوری ضمیر کو ٹھیس لگے الٹے ان کے تعصبات ابھرتے ہیں۔ چنانچہ میرا پہلا سوال یہی تھا کہ آپ غیر مسلم حریت پسندوں کی خاطر مطالبہ پاکستان کی تشریح فرمائیں۔

جناح صاحب نے جواب میں فرمایا کہ پاکستان کے مطالبہ کی پوری اہمیت سمجھنے کے لئے ذیل کے واقعات کو ذہن نشین کر لینا ضروری ہے۔ چھ صوبوں — یعنی صوبہ سرحد، بلوچستان، سندھ، پنجاب، بنگال، آسام — کی مسلم آبادی کی اکثریت کو ذرہ بھی شک ہے اور اس علاقہ کی کل آبادی میں ان کی نسبت ستر فیصدی سے کم نہیں ہے۔ ان صوبوں کی باقی آبادی ادنیٰ ذات کے ہندوؤں، اچھوتوں اور بالخصوص آسام میں قبائلیوں پر مشتمل ہے۔ آزاد پاکستانی حکومت بنانے کا سوال ان دو خطوں سے متعلق ہے جو مسلمانوں کے دیرینہ وطن ہیں۔

میں نے دریافت کیا:۔ آپ یہ کیوں کر کہتے ہیں کہ پاکستان مسلمانوں کی آزادی کا مطالبہ ہے۔

جناح صاحب۔ آزادی کا مطالبہ اس لئے ہے کہ پاکستان کے مسلمان اپنے صحیح معنوں میں عوام کی جمہوری حکومت قائم کرنا چاہتے ہیں اور اس حکومت کا جواز بجز عوام کی حمایت کے اور کچھ نہیں ہے۔ مزید برآں یہ حکومت بلا امتیاز ذات، عقیدہ یا نسل پاکستان کی جملہ آبادی کی مرضی اور حمایت سے کارفرما ہو گی۔

میں نے دریافت کیا:۔ کیا پاکستان ہندوستان کے ساتھ ہمسائیگی کے تعلقات قائم کرے گا۔

جناح صاحب۔ بلاشک و شبہہ دو آزاد قومی حکومتوں کی حیثیت سے پاکستان اور ہندوستان کے مابین ہمسائیگی کے تعلقات ہوں گے۔ میں نے بار بار ان خیالات کا اعادہ کیا ہے۔ ہم باہر والوں کو للکار کر کہیں گے کہ خبردار جو ہندوستان پر نگاہ ڈالی۔ پاکستان ہرگز گوارا نہیں کر سکتا کہ اس براعظم پر کوئی حملہ آور ہو یا اس پر قبضہ کرنے کے منصوبے باندھے۔ واقعہ یہ ہے کہ جس طرح براعظم امریکہ کی حفاظت کے بارے میں منرو اصول وضع کئے گئے ہیں ہمیں ان سے زیادہ سختی سے اس قسم کے نظریوں پر عمل کرنا پڑے گا اور میں امید کرتا ہوں کہ جواباً ہندوستان اس اصول کی پوری حمایت کرے گا۔

اتحاد کے بغیر آزادی ناممکن ہے

میں نے سوال کیا:۔ آپ کے مطالبہ پاکستان کی جانب برطانوی حکومت کا رویہ کیا ہے۔

جواب۔ رجعت پرست برطانوی حکمران طبقہ سب سے زیادہ اس کا دشمن ہے کہ پاکستان وجود میں آئے اس لئے کہ میرا پختہ یقین ہے کہ پاکستان ہندوستان کے عوام کی آزادی اور خود مختاری کا تیر بہدف اور سب سے زوداثر نسخہ ہے اور اگر برطانیہ اس حقیقت سے اچھی طرح واقف ہے۔ انڈیا بل کے ساتھ ایسی کمیٹی کے دور میں اقدام حکومت براہ راست ہاتھ میں لینے کے بعد خفیہ، دایت ناموں اور شائع شدہ سرکاری دستاویزوں میں وہ بار بار اس کا اظہار کر چکے ہیں کہ جب ہم متحدہ ہندوستان کا نعرہ لگاتے ہیں تو ہماری مراد یہ ہوتی ہے کہ برطانوی سامراج کو تسلط قائم رہے۔ یعنی وہ ایک صدی سے ہمیں پڑھاتے چلے آئے ہیں۔ برطانوی رجعت پسند خوب جانتے ہیں کہ ہندوستان کی ترقی کو روکنا ممکن نہیں ہے۔ چنانچہ وہ یہ تدبیر اختیار کرتے ہیں کہ مصنوعی اور غیر فطری طور پر ہندو اور مسلمان کو یکجا کر کے ہندوؤں کو قومی وحدت اور متحدہ پارلیمنٹری حکومت کے خواب دکھاتے ہیں۔ اس سے ان کا مدعا یہ ہوتا ہے کہ جس طرح انھوں نے ایکٹ ۱۹۳۵ء کے نفاذ کے موقع پر کیا تھا کہ وہ بارہ دنیا کے سامنے یہ ظاہر کرتے رہے کہ ایک دن نہیں تو دوسرے دن آپس کے جھگڑوں کی وجہ سے ہندوستان کی بہبودی اور ترقی کو کب تک روکے بیٹھے رہیں گے۔ خدا کے لئے ہم ہرگز یہ ہندوؤں پر ایک فرض عائد کیا ہے اور ہم زیادہ دن تمہاری مفاہمت کے بھروسہ پر ہاتھ پر ہاتھ رکھے بیٹھے نہیں رہ سکتے۔ یہی وجہ ہے کہ دولت و اقبال اپنی سرپرستی میں ایک نئے دستور کو اپنی لڑنے والوں پر نافذ کرنے کے لئے مجبور ہیں۔ ظاہر ہے کہ اس نئے دستور کی رو سے ہندو مسلمان یا ہندوستان کو کوئی اور فیصلہ کن طور پر آزاد ہو سکتا ہے نہ خود مختار۔

سوال۔ حکومت ہند اور پنجاب کے اس کے ایجنٹ یہ پروپیگنڈا کرتے رہتے ہیں کہ آپ کو محوری طاقتوں کے خلاف جنگی کوششوں سے کوئی دلچسپی نہیں اور ان حالات میں لیگ کی وزارت بھی تو رفتہ رفتہ کے کاموں پر اثر پڑے گا۔

لیگ اور ملک کا دفاع

جواب۔ یہ سراسر غلط ہے۔ ہم نے جنگی کوششوں میں کبھی کوئی رکاوٹ نہیں ڈالی بلکہ جنگ کی ابتدا سے آج تک صرف یہی اپیل کرتا ہوں — لیگ نے اس امر کی ابتدا ہی تجویزیں منظور کی ہیں۔ جن میں بار بار کھلے الفاظ میں کہا گیا ہے کہ ہم بیرونی حملہ آوروں کے خلاف ہیں بلکہ اپنے وطن کی حفاظت اور جنگی تدابیر کو کامیاب بنانے کے لئے اشتراک عمل کے لئے تیار ہیں۔ البتہ برطانوی حکومت نے ہماری پیش کش کو برابر ٹھکرایا ہے اور ہم محض اسی وجہ سے امداد کرنے سے معذور رہے ہیں۔ برطانوی حکومت نے ہمیں حکومت کے اختیارات میں شریک کرنے سے ہمیشہ گریز کیا۔ وہ محض ہم کو مشیروں کی حیثیت میں رکھنا چاہتی ہے سرو و حقوق وزارت کے لاد اور حکومت کے تمام اختیارات اپنے ہاتھوں میں رکھنا چاہتے ہیں۔ البتہ جن صوبوں میں لیگی وزارتیں قائم ہیں وہاں صوبائی معاملات میں انہیں بعض اختیارات حاصل ہیں۔ چنانچہ جہاں تک صوبوں کا تعلق ہے یہ وزارتیں برطانیہ کی مدد کر رہی ہے۔

سوال:۔ کیا آپ کو اس سے اتفاق ہے کہ چونکہ حکومت اختیارات سے دست بردار ہونے کے لئے تیار نہیں اس لئے وہ لیگ سے گفتگو کے لئے تیار ہے کہ ...

جواب۔ وہ حکومت کے اختیارات میں کو شرکت اور لیگ کو شریک کرنا نہیں چاہتے جس سے ہم جنگی تدابیر اور حفاظت وطن کی خاطر کربستہ ہو کر میدان میں آئیں گے۔

بقیہ ملاحظہ ہو صفحہ ۱۰

ڈاکٹر لطیف سعید

ایک آزاد منش حیدرآبادی جس نے پبلک زندگی کی ریاکاریوں کو بے نقاب کیا

(ایک حیدرآبادی کے قلم سے)

یہ واقعہ کہ ڈاکٹر لطیف سعید کو جو ایک قدیم کانگریسی ہیں اور ۔۔۔ پیشتہ میں حضرت قدر اعلیٰ نے خطاب سے سرفراز فرمایا بعض حلقوں میں حیرت سے دیکھا جا رہا ہے۔

ڈاکٹر لطیف سعید کی پبلک زندگی پر اگر ایک نظر ڈالی جائے تو خود حیدرآباد کی پبلک زندگی اچھی طرح بے نقاب ہو جاتی ہے۔ اگر ڈاکٹر لطیف سعید جیسے سچے قوم پرست کسی ملک کی پبلک زندگی میں اعلیٰ مقام حاصل نہ کر سکیں اور اپنی زندگی سے بیزار ہو کر علحدہ ہو جائیں تو سمجھنا چاہئے کہ اس ملک کی پبلک زندگی میں ضرور کوئی خرابی ہے۔

دو چیزیں یہ مضمون تحریر کرنے کا باعث ہوئیں ایک تو اس چیز کو واضح کرنا مقصود ہے کہ حضرت بندگان اقدس کسی شخص کی ان خوبیوں کو پسند فرماتے ہیں اور دوسرے یہ کہ حیدرآباد کی پبلک زندگی میں کوئی ایسا عنصر نہیں ہے جس کو صحیح معنوں میں قومی کہا جا سکے۔

ڈاکٹر لطیف سعید نے ۱۹۱۵ء میں اڈنبرا یونیورسٹی سے طب کی ڈگری حاصل کی۔ اس زمانہ میں آپ نے اسکاٹ لینڈ کی جامعات کے ہندوستانی طلبہ کو منظم کیا اور ۱۹۱۳ء تا ۱۹۱۵ء کے لئے اڈنبرا انڈین اسوسی ایشن کے صدر منتخب ہوئے۔ آپ نے ہندوستان کے مطالبہ "ہوم رول" پر برطانوی جرائد میں متعدد مضامین لکھے۔ آپ نے اپنے قیام انگلستان کے زمانہ میں ہندوستانی طلبہ کے بعض مسائل کو کامیابی کے ساتھ حل کیا جس کی تفصیل کی یہاں ضرورت نہیں۔

انگلستان سے حیدرآباد واپس آنے کے بعد آپ کو اپنی خوبیوں کی وجہ سے کس طرح مصائب کا سامنا کرنا پڑا سطور ذیل سے واضح ہو جائے گا۔

ڈاکٹر لطیف سعید نے ۱۹۱۶ء میں محکمہ طبابت کی ملازمت قبول کی اور ۱۹۲۰ء میں اس خدمت سے مستعفی ہو گئے۔ آپ کے استعفا کا واقعہ بہت دلچسپ ہے۔ ناظم طبابت ڈاکٹر لنکاسٹر حیدرآباد سے رخصت ہو رہے تھے۔ وداعی عصرانہ کے موقع پر ڈاکٹر لطیف سعید نے تقریر کرتے ہوئے کہا کہ:—

خواتین و حضرات! ہمیں بہت افسوس ہے کہ ڈاکٹر لنکاسٹر ہم سے جدا ہو رہے ہیں۔ بہرحال میں صاف گوئی کے ساتھ کہتا ہوں کہ مجھے اتنا افسوس نہیں ہے جتنا کہ دوسرے حالات کے تحت ہوتا۔ میں بتا دوں گا کہ کیوں۔ میں جانتا ہوں کہ ڈاکٹر لنکاسٹر یہاں اس خیال سے آئے تھے کہ انہیں یہ خیال تھا اور یہ امید تھی کہ یہاں عوام کی خدمت گزاری کے مواقع ہیں۔ مختلف مشکلات اور مداخلات کی وجہ سے جن پر میں یہاں بحث کرنا نہیں چاہتا اور نیز چند روایات کی وجہ سے جو حیدرآباد کے لئے مختص ہیں جن پر بحث کرنا میں ضروری نہیں سمجھتا، وہ جو کچھ کرنا چاہتے تھے نہیں کر سکے۔ خواتین و حضرات! میں جانتا ہوں کہ وہ بہت کچھ کرنا چاہتے تھے۔ وہ بمبئی جانے کے لئے ہم سے رخصت ہو رہے ہیں۔ خواتین و حضرات مجھے یقین ہے کہ انہیں اپنی سرگرمیوں کے لئے وہاں ایک زیادہ وسیع میدان ملے گا۔ وہاں کے لوگ جو کافی تعلیم یافتہ، کافی روشن خیال ہیں اور حالات حاضرہ کے تقاضوں سے اچھی طرح واقف ہیں، نہ صرف ایسے کام کی جو فی الحقیقت مفید ہے قدر کر سکتے ہیں بلکہ جرأت اور قوت سے تنقید کرنے اور جو کام ڈاکٹر لنکاسٹر شروع کریں اس سے موثر اشتراک عمل کرنے کی آزادی رکھتے ہیں۔ خواتین و حضرات! میرا ایقان ہے کہ کوئی شخص حکومت سے جتنا وابستہ ہوگا اس کی افادیت اسی تناسب سے کم ہوگی۔ اب چونکہ آپ (ڈاکٹر لنکاسٹر) آئندہ اس وابستگی سے آزاد رہیں گے اس لئے مجھے آپ کے جانے کا افسوس نہیں۔

جب یہ تقریر مقامی اخبارات میں شائع ہوئی تو سر علی امام نے جو اس وقت صدر اعظم تھے حسب ذیل نوٹ صدر المہام طبابت کے پاس روانہ کیا:—

"سامعین پر جو اثر مترتب ہوا یہ تھا کہ مقرر نے حکومت کے نقاد کی حیثیت اختیار کر لی اور اس پر یہ الزام لگایا کہ اس نے ڈاکٹر لنکاسٹر کے راستہ میں مداخلات پیدا کئے۔ ڈاکٹر لنکاسٹر نے جو اس وقت موجود تھے یہ محسوس کیا کہ یہ حکومت پر ایک حملہ تھا اور در پردہ یہ ایک اشارہ تھا کہ حکومت اپنے عہدہ داروں میں اپنا اعتماد پیدا کرنے کے قابل نہیں۔ ڈاکٹر لطیف سعید خود ایک عہدہ دار ہیں۔ ان حالات میں کوئی کارروائی کرنے سے پہلے یہ مناسب ہے کہ انہیں اپنی روش کی توجیہ کرنے کا ایک موقع دیا جائے۔"

ڈاکٹر لطیف سعید نے حسب ذیل جواب دیا:—

"ضابطہ ملازمت کے ہیں ایسے کسی معیار کو قبول کرنے تیار نہیں جو کسی شخص کو محض اس کے ملازم سرکار ہونے کی وجہ سے حکومت کی کسی ایسی غلطی کو اس مخلصانہ خواہش کے ساتھ بے نقاب کرنے سے باز رکھے کہ اس غلطی کی اصلاح ہو جائے۔ اس معاملہ میں میرے عمل کی روح اسی پیغمبر کی تعلیمات سے ماخوذ ہے۔ مجھے امید ہے کہ مسلم عوام اس عظیم المرتبت مگر منکسر مزاج خلیفہ کی مثال پیش نظر رکھیں جو ایک بوڑھی عورت کی تنقید سے بھی نہ تو گھبراتا تھا اور نہ شرمندہ ہوتا تھا۔ یہی میرا جواب ہے۔"

لیکن معاملات یہاں ختم نہیں ہو گئے۔ ڈاکٹر صاحب نے اپنے جواب کے بعد اپنا استعفا پیش کر دیا۔ اپنے استعفا میں آپ نے تحریر کیا:—

میں اس تحریر کو ختم نہیں کر سکتا تاوقتیکہ میں اب اس سوال کا بھی تصفیہ نہ کر دوں کہ آیا ایک خوددار آدمی کی طرح مجھے اس حکومت کی ملازمت میں رہنا چاہئے جو میری وفاداری پر شک کرتی ہے۔ میں ایسا شخص نہیں ہوں جس نے یوں ہی سند حاصل کر لی ہو۔ میں اپنے کام سے واقف ہونے کا مدعی ہوں۔ میں چار سال قبل لندن کے ہسپتال میں اپنی موجودہ تنخواہ سے دوگنا کماتا تھا اور اب بھی کسی جگہ اتنا کما سکتا ہوں۔ اپنے مفاد کے نقطہ نظر سے بھی مجھے یہاں ملازمت میں رہنے کی کوئی وجہ نہیں۔ چار سال تک میں نے اپنی محنت کو ضائع کر دی کمائی ہے۔ اب میں اس معاملہ میں اپنا ضمیر بیچنا نہیں چاہتا۔ لہذا میری استدعا ہے کہ مجھے اپنی خدمت سے سبکدوش فرمایا جائے تاکہ مجھے بہت جلد آزادی حاصل ہو سکے کہ مایوسیوں کی اس سرزمین سے

عمل کر کسی مجبوری یا دقت کو بنی نوع انسان کو
پہنچا سکوں اور اس طرح دینی مدد بھی کماؤں اور
ان کی محبت بھی حاصل کروں۔"

استعفیٰ تو منظور ہو گیا لیکن اس واقعہ کے متعلق خود سر علی امام کیا محسوس کر رہے تھے اس کا انکشاف ایک خط کے اقتباس سے ہو گا جو سر علی نے مرحوم مسٹر شفیع کے نام جو اس وقت وائسرائے کی کونسل کے ممبر تھے لکھا تھا۔ سر علی امام نے تحریر کیا کہ :-

"آپ ڈاکٹر لطیف سعید ہاسپٹل حضور نظام کی
ملازمت میں تھے لیکن خود اپنی مرضی سے ایک
اصولی سوال پر استعفیٰ دیا۔ اُس وقت کے صدر
اعظم کی حیثیت سے مجھے یہ استعفیٰ قبول کرنا پڑا
لیکن میں بخوبی محسوس کرتا ہوں کہ ایک اچھا آدمی
ملازمت سے نکل گیا۔"

ڈاکٹر لطیف سعید نے خانگی پریکٹس شروع کی جو کامیابی کے ساتھ چل رہی تھی لیکن اچانک انہیں حیدرآباد سے باہر چلے جانے کا حکم دیا گیا۔ تو ڈاکٹر صاحب اور ان کے عزیز یہ دوست یہ معلوم کر سکے کہ ان کے خلاف ایسا شدید قدم کیوں اٹھایا گیا۔ ڈاکٹر صاحب نے حکم کی تعمیل کی اور جامعہ طبیہ ملیہ میں جس کو حکیم اجمل خاں، مولانا محمد علی اور ڈاکٹر انصاری نے قائم کیا تھا پرنسپل افسر اور پھر ادارہ مقرر کئے گئے۔

حیدرآباد سے باہر جانے کے بعد ڈاکٹر لطیف سعید نے حکومت سرکار عالی کو لکھا کہ انہیں بلا وجہ خارج البلد کیا گیا ہے اور یہ کہ ان کے تمام عزیز و اقربا حیدرآباد کے باشندے ہیں لہذا انہیں واپس آنے کی اجازت دی جائے بحکم اخراج (۱۹۲۱ء) میں منسوخ ہو گیا۔ ڈاکٹر لطیف سعید حیدرآباد واپس آئے اور خانگی پریکٹس شروع کر دی۔ حکم اخراج کی وجہ یہ معلوم ہوئی ہے کہ چند گمنام مضامین جن میں حکومت پر سخت اعتراضات کئے گئے تھے اور جو اخبار "ہمدم" میں شائع ہوئے تھے ڈاکٹر لطیف سعید سے منسوب کر دئے گئے تھے۔ جب خفیہ پولیس نے تحقیقات کی تو معلوم ہوا کہ مضمون نگار کوئی اور ہی شخص تھا۔ یہاں یہ بتا دینا ضروری ہے کہ ڈاکٹر لطیف نے کبھی گمنام مضامین شائع نہیں کئے۔

اب ذرا ڈاکٹر لطیف سعید کی سیاسی زندگی پر ایک نظر ڈالیں۔ جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے آپ ایک راسخ العقیدہ کانگریسی ہیں اور عادتاً کھدر پہنتے ہیں۔ قدرتی طور پر آپ کانگریس کی مقامی شاخ میں شریک ہو گئے۔ ڈاکٹر لطیف سعید نے اپنے رفقائے کار کو ایسے ہی سچے قوم پرست سمجھ کر جیسا کہ وہ خود تھے ان کے ساتھ خلوص کے ساتھ کام شروع کیا۔ ڈاکٹر صاحب نے اپنے ہم مذہبوں کی ناراضگی کو برداشت کیا جو ان نام نہاد قومی سرگرمیوں کو شبہ کی نظر سے دیکھتے تھے جب کبھی ڈاکٹر لطیف سعید پر یہ اعتراض کیا جاتا کہ وہ مسلم دشمن عناصر کے ساتھ تعاون کر رہے ہیں تو آپ فرماتے کہ جب مجھے یہ یقین ہو جائے کہ یہ سچے قوم پرست نہیں ہیں تو میں ان سے علیحدہ ہو جاؤں گا۔

ڈاکٹر لطیف سعید کو یہ معلوم کرنے کے لئے زیادہ زمانہ نہیں لگا کہ ان کے رفقائے کار مسلم دشمن ہیں اور ہندو راج قائم کرنے کے لئے خفیہ کوششیں کر رہے ہیں۔ اس حقیقت سے واقف ہونے کے بعد ڈاکٹر لطیف سعید کانگریسی سرگرمیوں سے علیحدہ ہو گئے۔

سنہ ۱۹۳۸ء میں جب مقامی آریہ سماجیوں اور ہندو سبھائیوں نے جو اپنے آپ کو کانگریسی کہتے تھے ستیاگرہ شروع کیا تو ڈاکٹر لطیف سعید نے ایک ... بیان میں اس کو ایک تماشہ قرار دیا اور یہ بتلایا کہ کیوں مسٹر سچا نمائندہ اور دیگر چند اصحاب کانگریس سے علیحدہ ہو گئے۔ اس بیان میں آپ نے فرمایا کہ :-

چند سال قبل یہاں ایک قسم کی کانگریس
تھی لیکن جب اس کے چند سنجیدہ ارکان
نے یہ دیکھا کہ اس میں تماشہ گروں کی اکثریت
ہے تو وہ اس سے بیزار ہو کر علیحدہ ہو گئے۔
ان علیحدہ ہونے والوں میں مسٹر سچا
نمائندہ بھی ہیں۔ جب مسٹر سچا نمائندہ جیسی
قابل اور بے لوث کارکن اس سے علیحدہ
ہو جائے تو یقیناً اس نام نہاد اسٹیٹ
کانگریس میں کوئی خرابی ہے۔ ....
اس کے سب ارکان لیڈر ہیں جن کے کوئی
پیرو نہیں۔ ہر سال یہ کسی ایک رکن کے گھر
میں بیٹھ کر اپنے آپ کو نمائندے منتخب
کر لیتے ہیں اور ریلوے سے رعایتی ٹکٹ
لے کر کانگریس کے جلسہ میں جاتے ہیں اور
واپس آکر حکومت کو ڈراتے ہیں۔ اور حکومت
ان سے ڈرتی بھی ہے۔ آپ کو اس بات
پر حیرت نہ ہوگی کہ اب حکومت ان کی چال
کو سمجھ گئی ہے مگر حیرت یہ ہے کہ ان کی
چال سمجھنے کے لئے حکومت کو اتنا عرصہ لگ گیا۔

جب یہ بیان اخبارات میں شائع ہوا تو اس سے نام نہاد قوم پرستوں میں ایک کھلبلی مچ گئی۔ ان میں سے بعض یہ کہنے لگے کہ ڈاکٹر صاحب حکومت کے اثر میں آگئے ہیں۔ اس کے جواب میں ڈاکٹر صاحب نے ایک اور بیان جاری کیا جس میں آپ نے کہا کہ :-

سرکاری ملازمت ترک کئے ہوئے مجھ
کو اٹھارہ سال گزر گئے ہیں میں نے حکومت اور
اس کے اعلیٰ و ادنیٰ عہدہ داروں کے افعال
پر جرأت اور آزادی کے ساتھ اور نتائج کی
پرواہ کئے بغیر نکتہ چینی کرنے کے کسی موقع کو ہاتھ
سے نہیں دیا۔ حکومت جانتی ہے کہ اس معاملہ
میں میں کس قدر ضدی ہوں اور مجھ سے
خاموش نہیں ہو سکتا۔ حکومت کی انصاف
پسندی اس واقعہ سے ثابت ہے کہ اس
تمام مدت میں اس نے مجھے اپنے حال پر
چھوڑ دیا۔ .... میں اس کا اعتراف
اس لئے کرتا ہوں کہ میں نے کوئی ایسی بات
کبھی اور کہیں نہیں کی جس کی وجہ سے مجھے شرمندہ
ہونا پڑے۔ اب جبکہ یہ کہا جاتا ہے کہ میں کانگریس
سے اس لئے علیحدہ ہو گیا کہ میں نے حکومت کی
ملازمت قبول کر لی یا مجھ کو پرنس آف برار
کا طبیب مقرر ہوا یا کسی سے مجھے شخصی کدورت ہے
تو کیا کسی کو اس بات پر حیرت ہوگی کہ ان چالاک
دروغ بافیوں کو سننے کے بعد مجھے بجا طور پر غصہ
آجاتا ہے۔"

اپنے ایک مکتوب میں جو ایک دوست کا موسومہ ہے ڈاکٹر صاحب تحریر کرتے ہیں کہ :-

پنڈت جواہر لال نہرو کو میں برا نہیں کہتا۔ واقعہ
یہ ہے کہ میں ان کو برا نہیں کہہ سکتا۔ میں نے صرف
اس امر پر حیرت کا اظہار کیا ہے کہ ان جیسا
دیانت دار آدمی بھی محض اس وجہ سے کہ انہیں
ریاستوں سے ایک عام بدظنی ہے اس غلط فہمی میں
مبتلا ہو جاتا ہے کہ حیدرآباد میں مذہبی آزادی
کا فقدان ہے حالانکہ میری رائے میں یہاں تمام
مذاہب کے لئے بہت زیادہ آزادی ہے۔ کیا وہ
لوگ جنھوں نے پنڈت جی کو غلط فہمی میں مبتلا کر رکھا
کبھی ان ریاستوں کا نام بھی لیتے ہیں جہاں کسی
شخص کی ذات، جان، مال اور عورت کی عصمت
محفوظ نہیں ہے اور کیا ان ہی ریاستوں میں انھوں نے
ستیاگرہ کرنے کا خیال بھی کیا ہے۔ یہی وجہ ہے
کہ میں ان کے ستیاگرہ کو غیر دیانت دارانہ اور نفرت
انگیز سمجھتا ہوں۔

کچھ عرصہ سے یہ کہا جا رہا ہے کہ حیدرآباد میں شہری آزادیوں کا فقدان ہے۔ اپنے ایک مضمون میں اس موضوع پر بحث کرتے ہوئے ڈاکٹر لطیف سعید نے تیس سال پہلے کے حیدرآباد کا آج کے حیدرآباد سے موازنہ کیا اور یہ ثابت کیا کہ جن چند پر پابندیاں عائد کی گئی ہیں وہ شہری آزادیاں نہیں بلکہ شر انگیزی کی آزادی ہے۔ حیدرآباد میں ہندو سبھا اور آریہ سماجی تحریکات کی تاریخ پر روشنی ڈالتے ہوئے ڈاکٹر صاحب نے لکھا کہ :-

یہی وہ لوگ ہیں جو شر انگیزی کو پھیلانے کے لئے
آزادیوں کا مطالبہ کرتے ہیں اور اس کو "شہری
آزادی" اور مذہبی آزادی سے تعبیر کرتے ہیں۔
بمبئی اور مدراس کی کانگریسی حکومتوں کو بھی
آزادیوں کے استعمال سے متعلق یہ اصول طے
کرنا پڑا کہ "ذمہ داری" کی نشر پھیلانے یا ایسے
خیالات کی اشاعت کی اجازت نہ ہوگی جن
کا کسی مقصد کے حصول کے لئے کسی قسم کے تشدد
کا استعمال مقصود ہو۔

سطور بالا سے قارئین پر واضح ہو گیا ہوگا ڈاکٹر لطیف سعید کا نقطۂ نظر کیا ہے۔ آپ ان راسخ العقیدہ قوم پرستوں میں سے ہیں جو مذہبی اور سیاسی فریب برداشت نہیں کر سکتے۔ آپ کی شخصی اور سیاسی دیانت ... شبہ سے بالاتر رہی۔ اگر آپ مقامی کانگریسیوں سے علیحدگی اختیار کر کے ...

کسا پر مچا تا نہ دیا ڈاکٹر لطیف سعید ان کی جماعت سے علیحدہ کیوں ہوگئے تو آپ کو ان کے چہروں پر پریشانی کی علامتیں نظر آئیں گی کیونکہ اس کے پیچھے ایک داستان ہے۔

بہت کم لوگ جانتے ہیں اور بہت کم لوگ یاد کریں گے کہ یہی وہ خوبیاں ہیں جن کو حضرت بندگان اقدس پسند فرماتے ہیں — فرقہ واری تعصب سے آزادی، اخلاقی جرأت راست بازی اور قومی خودداری۔ تو کیا یہ حیرت کی بات ہے کہ حضرت اقدس دامت ملکہ نے جو ڈاکٹر لطیف سعید سے خوب واقف ہیں انہیں خطاب سے سرفراز فرمایا!!

پاکستان مسلمانوں کی آزادی کا مطالبہ ہے

(بقیہ سلسلہ صفحہ ۷)

سوال ۔ برطانوی قوم کے نام آپ کا کیا پیام ہے؟

جواب ۔ برطانوی قوم کے نام میرا پیام یہ ہے کہ اگر وہ ہندوستان کے دستوری سوال کو نیک نیتی سے حل کرنا چاہتے ہیں۔ اور میں مانتا ہوں کہ بھی بہت سے مخلص لوگ ہیں۔ تو ان کا فرض ہے کہ برطانوی حکومت سے پاکستان کا اصول منوائیں تاکہ مسلمانوں کے ساتھ ہندو اور دوسرے عناصر بھی بیک وقت آزاد ہو جائیں۔

حاصل کلام

اگر آپ مجھ سے پوچھیں کہ میرے ذہن پر اس ملاقات کے تاثرات کیا ہیں تو میں کہوں گا کہ جناح صاحب نے اس کی تشفی بخش تشریح کر دی کہ پاکستان مسلم جمہور کی آزادی کا مطالبہ ہے۔ چنانچہ پاکستانی ریاست کے دستور بنانے میں پاکستان کے سب باشندے یعنی غیر مسلم آبادی مساوی حیثیت سے شریک ہوگی۔ اس کے علاوہ جناح صاحب نے ہندوستان پر دنیائے اسلام کے حملہ آور ہونے کے خوف کا کلیتاً ازالہ کر دیا اور یہ بات بھی صاف کر دی کہ پاکستان اور ہندوستان کے مابین ہمسائگی کے تعلقات ہوں گے۔

موصوف مزید برآں اس کی بھی وضاحت فرما دی کہ پاکستان برطانوی سامراج کے دین کی صورت میں کبھی حاصل نہیں ہوگا۔ بلکہ یہ سمجھوتے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی جب تک کانگریس اور لیگ میں باہمی سمجھوتہ نہ ہو اور ہندوستان کا متحدہ مطالبہ برطانوی حکومت کو اختیارات سے دستبردار ہونے پر مجبور نہ کر دے۔ اس کا خوف ہے کہ ہندو اور مسلمان دونوں کے سر پر برطانوی ساخت کا ایک نیا دستور منڈھا جائے جس میں دونوں حقیقی آزادی اور خود مختاری سے محروم رہیں۔ البتہ یہ آپ نے صاف صاف کہہ دیا کہ پاکستان کا تخیل مسلمانوں کو آج کے برطانوی تسلط اور کل کے ہندو تسلط کے خوف سے آزاد کر دیتا ہے۔ یہی سبب ہے کہ مسلمان کسی ایسی آل انڈیا مرکزی حکومت کے خلاف ہیں جو ان کی ملکی زندگی پر اثر انداز ہو سکے۔ انہیں اس کا ڈر ہے کہ وہ فی صد ہندو اکثریت رکھنے کے باعث ہر کڑے کا محالہ ہندو تسلط کا آلہ بن جاتا ہے۔

جناح صاحب کی گفتگو کا لب لباب یہ ہے کہ پہلے پاکستان یعنی اپنے وطن میں مسلمانوں کے کلیتاً آزاد حکومت بنانے کا ناقابل تردید حق مانو۔ اس کے بعد اس بنیاد پر کانگریس اور مسلم لیگ کا متحدہ محاذ بنا کر ہندو اور مسلمان دونوں کو مل کے برطانوی حکومت سے مل کر اختیارات چھینیں تو ہندوستان کو آزاد کرانے کے لئے جناح صاحب کا نظریہ یہ ہے۔

اشتہار حاضری مدعا علیہ بغرض جوابدہی مرتبہ عدالت دیوانی منصفی تعلقہ جعفر نگر

نمبر مقدمہ (۱۹۲) بابتہ ۱۳۵۳ف دیوانی واقع جعفر نگر

بإجلاس مولوی محمد عبدالمجید صاحب صدیقی بی اے ال ال بی منصف تعلقہ جعفر نگر

ستارکی و شنو آزاد وہم مدعی　بنام

روکاوڑ گیا و غیرہ مدعا علیہم

دعویٰ:۔ استقرار حق کرایا ہے پٹہ

بنام روکاما ملو ولد کلشیا قوم لنگر عمرہ سالہ پیشہ معاری ساکن نیر گوڑہ تحت موضع راٹن گوڑہ تعلقہ جعفر نگر

ہرگاہ مقدمہ ہذا میں تمہاری حاضری اور جوابدہی مقدمہ کی غرض سے سمن جاری کئے گئے مگر تم اپنی سکونت پر نہ رہے اور تعلقہ نگر کنڈہ کے جانب چلا جانے سے بلا تعمیل واپس ہوئے ہیں اس لئے حسب استدعا مدعی اشتہار کے ذریعہ تم کو اطلاع دیجاتی ہے کہ تم بتاریخ ۱۴ر آذر ۱۳۵۴ف بوقت ... اپنے دن حاضر عدالت ہذا ہو کر جوابدہی مقدمہ کی اصالتاً یا وکالتاً کرو بصورت غیر حاضری تمہاری کارروائی ضابطہ عمل میں آئے گی۔

سر رشتہ دستخط

سررشتہ عدالت منصفی تعلقہ جعفر نگر

مولوی محمد ... ولد حسین صاحب

وسطی فلپائن کے ایک جزیرہ میں اتحادی افواج اتاری گئیں؟

لندن ۱۹ر اکتوبر۔ جاپانی نشرگاہ نے جتلا سے اطلاع دی ہے کہ اتحادی افواج تشنیہ کی تعمیر میں وسطی فلپائن کے ایک جزیرہ میں اتر گئیں اب تک اس خبر کے بارے میں واشنگٹن سے اندہ ہی امیر بحر نیمٹز کے فوجی صدر مقام سے کوئی تصدیق نہیں کی گئی۔ کل ٹوکیو کی ایک نشر میں ... کے اضلاع اور دوسرے مقاموں پر حملے کی اطلاع دی گئی۔ ٹوکیو کی ایک اور نشر میں بتایا گیا ہے کہ ایک اتحادی جہازی دستے نے جس میں جو میں طیارہ بردار ہوائی جہاز تھے بحر ہند میں جزائر نکوبار پر بمباری کی۔ اتحادی ہوائی جہازوں نے جزیرے کے انتہائی شمالی سرے پر دشمن کے فوجی مقاموں کو نشانہ بنایا۔ جزائر نکوبار امیر بحر ماؤنٹ بیٹن کے فوجی صدر کینڈی سے ایک ہزار میل دور واقع ہیں۔ ٹوکیو کی ایک دوسری نشر میں بتایا گیا ہے کہ اتحادی جنگی جہازوں اور حمل و نقل کے جہازوں کا ایک بیڑہ چہارشنبہ کے دن وسطی فلپائن کے ... خلیج لیٹی کی طرف آگے بڑھا۔ ٹوکیو سے یہ بھی بتایا گیا کہ کل سہ پہر سے اتحادی ساحلی علاقوں پر شدید گولہ باری کر رہے ہیں اور جاپانی دستے اتحادی افواج کی مقاومت کر رہے ہیں۔

ٹوکیو کی نشرگاہ نے یہ بھی کہا کہ آج صبح جزائر نکوبار پر اتحادی حملے کے خلاف جاپانی دستوں نے جوابی حملے کئے۔ جاپانی سے تازہ واقعات کی کارروائی کے بارے میں یہ بتایا گیا ہے کہ اتحادی افواج فلپائن کے جنوب مغربی علاقہ میں اتر گئی ہیں۔ رائٹر

اشتہار حاضری مدعی علیہ مرتبہ عدالت نظامت دیوانی ضلع گیل جاگیر نواب صالار جنگ بہادر دام اقبالہٗ

نمبر مقدمہ ۲۲ بابتہ ۱۳۵۳ف　بإجلاس مولوی خواجہ محی الدین صاحب

نمبر رجسٹر ۴۸ بابتہ ۱۳۵۳ف　بی اے ایل ایل بی ناظم ضلع گیل

مدعی پنیا ولد مرکی بیپا سنہر عمر ۶۰ سالہ قوم ... پیشہ ... ساکن قصبہ گیل۔

بنام

مدعا علیہم: مٹ ویکٹ راؤ ولد ہنمنت راؤ عمر ۴۰ سال قوم برہمن پیشہ ولندازی ساکن ہری نیشن ال تعلقہ بیرگیر

مٹ ناگھو بند راؤ ولد ہنمنت راؤ عمر ۴۰ سال قوم و غیرہ

مٹ ترل راؤ ولد ویکٹ راؤ عمر ۱۰ سال نابالغ بولایت پسر حقیقی مدعا علیہ ۱۔

دعویٰ:۔ دلاپانے زر نقد مبلغ ... کلدار بوجہ سرکشی بیع نامہ انتقالی رجسٹری شدہ مورخہ ۱۴ر آبان ۱۳۴۵ف

بنام ناگھو بند راؤ ولد ہنمنت راؤ عمر ۳۰ سال قوم برہمن پیشہ ولندازی ساکن ہری بیڈن ال تعلقہ بیرگیر

ہرگاہ تمہارے نام متعدد مرتبہ سمن بغرض حاضری جوابدہی جاری ہوئے مگر تم حاضر نہ ہوئے نہ کوئی جوابدہی مقدمہ ہذا کی جس سے تمہاری غفلت پائی جاتی ہے اس لئے بذریعہ اشتہار اطلاع دیجاتی ہے کہ تم اصالتاً یا وکالتاً حاضر ہو کر جوابدہی کرو ورنہ تمہاری غیر حاضری میں کارروائی یکطرفہ ہو کر مقدمہ فیصل ہو جائیگا اس کے بعد کوئی عذر مسموع نہ ہوگا مقدمہ ہذا کی تاریخ پیشی ۱۴ر آذر ۱۳۵۴ف یوم چہارشنبہ مقرر ہے۔

آج بتاریخ ... ماہ ... ۱۳۵۴ف میری دستخط اور مہر عدالت سے جاری کیا گیا تھا

دستخط　سر رشتہ دار

مہر عدالت　ناظم عدالت

مصر کی نئی حکومت اب اتحاد کے لئے کام کرے گی؟

قاہرہ ۱۸ر اکتوبر۔ مصری ایجنسی کا نامہ نگار ...

مشرح ادائی حصہ پیداوار اجناس خوردنی کی جدید شرح

(جو اعلان نشان ۱ مورخہ ۲۵ آبان ۱۳۵۴ف کے ذریعہ نافذ کی گئی)

(۱) دھان۔ فصل آبی میں بحساب تین من فی ایکر اور تابی میں بحساب چار من فی ایکر۔

(۲) دیگر اجناس خوردنی علاقہ مرہٹواڑی و کرناٹک اور ضلع عادل آباد میں دس ایکر سے کم رقبہ کے ہر کاشتکار سے بحساب ایک من ایکر اور دس ایکر یا اس سے زائد رقبہ کے ہر کاشتکار سے بحساب دو من فی ایکر۔

(۳) " " علاقہ تلنگانہ (باستثنائے ضلع عادل آباد) میں دس ایکر سے کم رقبہ کے کاشتکار سے عام طور پر تیس سیر فی ایکر اور دس ایکر اور اس سے زائد رقبہ کے ہر کاشتکار سے عام طور پر ڈیڑھ من فی ایکر۔

اگر اراضی زرخیز ہوں اور کاشت اچھی ہوئی تو تعلقدار ضلع کو اختیار ہوگا کہ بمشورہ غذائی کمیٹی ضلع اور بہ منظوری صدر ناظم و مہتمم رسد بجائے تیس سیر اور ڈیڑھ من فی ایکر کے ایک من اور دو من فی ایکر وصول کرے۔

نوٹ:- کاشتکار سے ہر ایسا شخص مراد ہے جو زرعی آبادی پر بحیثیت پٹہ دار، حصہ دار، شکمی دار یا مرتہن قابض ہو خواہ کاشت بذات خود کرتا ہو یا قول داروں اور مزدوروں کے ذریعہ

...کر مصر کا انتظام مصطفےٰ نحاس پاشا کے ہاتھوں سے ... مصر پاشا کے ہاتھوں میں پہونچ جانے پر کوئی واقعہ نہیں ... آیا۔ مسز ... پر بیگم ... اور ... سے مصر کو ... کیا اور شاہ مصر ... نے ... انتظام کو ... دیں۔

... پاشا نے اعلان کر دیا ہے کہ ان کی ... کی ... برطانیہ کے ساتھ مصر کی وفاداری اور دوستی ... کے اظہار کے لئے کوشش کرنا ہے۔ ... کمیٹی کے ان مندوبین کو جو ابھی تک مصر میں ... پاشا کی طرف سے دعوت پر بلانے کو خاص اہمیت ... جارہی ہے۔ قدرتی طور پر اس بارے میں ... رہی ہیں کہ آیا جدید حکومت اس فیصلہ پر عمل کرے گی ... اعلان ... پاشا کی جو ... ہے ... کیا گیا تھا۔

داخلی پالیسی سے متعلق نئی حکومت کا اعلان ... انتظامی امور میں اصلاحات کی جائیں گی اور ... اور ذخیرہ اندوزوں کے خلاف سخت گیر کارروائیاں ... جائیں گی۔ امید کی جارہی ہے کہ شاہ مصر پارلیمنٹ ... برخاست کردیں گے جس کے بعد عام انتخابات عمل میں ... گے۔

حیدرآباد ... پریس میں ... سے چھپ کر شائع ہوا